جدید سماجی مسائل پر اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کی قراردادوں کا جائزہ

ڈاکٹر الطاف حسین لنگڑیال☆ شبیر احمد (ابوالحسن) ☆☆

اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے عہدِ جدید میں مسلمانوں کو پیش آمدہ مسائل کے حل کے حوالے سے بیش قیمت خدمات سرانجام دی ہیں۔ ذیل میں ان خدمات کا جائزہ پیش خدمت ہے:

۱۔ قمری مہینوں کے آغاز میں وحدت اور رؤیت ہلال

اسلامی تقویم قمری ہے اور اسلام میں اس کی اہمیت کا سبب وہ تعلق ہے جو مختلف عبادات اور تقویم قمری کے مابین پایا جاتا ہے۔ اسی لیے عالم اسلام میں اس حوالے سے اکثر مسائل کا اظہار ہوتا ہے۔ عہدِ جدید میں قائم اسلامی فقہ کے تقریباً تمام ہی اداروں نے تقویمِ قمری سے متعلق مسائل پر غور کیا ہے۔ اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے اپنے تیسرے اجلاس میں اس موضوع سے متعلق درج ذیل دو مسئلوں کا جائزہ لیا:

الف۔ تمام مقامات پر ایک ساتھ مہینہ کا آغاز ہو، اس پر اختلاف مطالع کس حد تک اثر انداز ہے؟

ب۔ فلکیاتی حساب کی مدد سے قمری مہینوں کے آغاز کو ثابت کرنے کا حکم۔

اس مسئلہ پر اراکین و ماہرین کی جانب سے پیش کردہ تحقیقات کو سننے کے بعد اکیڈمی نے فیصلہ کیا کہ:

اول: اگر کسی ملک میں رؤیت ہو جائے تو مسلمانوں پر اس کی پابندی ضروری ہے اور اختلاف مطالع کا اعتبار نہیں ہوگا، کیونکہ تمام ہی مسلمان روزہ اور افطار کے مخاطب ہیں۔

دوم: رؤیت ہی پر اعتماد کرنا واجب ہے، البتہ فلکیاتی حساب اور رصد گاہوں سے مدد لی جائے گی، تاکہ احادیث نبوی اور سائنسی حقائق دونوں کی رعایت ہو سکے(۱)۔

اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ نے بھی اس مسئلہ پر غور کیا اور مندرجہ بالا فیصلہ کی مکمل تائید و توثیق کی۔ دراصل سنگاپور کی جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ نے بذریعہ سعودی سفیر اکیڈمی کو خط لکھا، جس میں ماہ رمضان ۱۳۹۹ھ کے آغاز و اختتام کی بابت اس کے اور المجلس الاسلامی سنگاپور کے درمیان ہونے والے اختلاف کا ذکر تھا۔ جمعیت ادلہ شرعیہ کے عموم کے مطابق رؤیت شرعی کی بنیاد پر ماہ رمضان کی ابتدا و انتہاء کی رائے رکھتی ہے، جبکہ المجلس الاسلامی سنگاپور نے مذکورہ ماہ رمضان کے آغاز اور اختتام کو فلکیاتی حساب سے متعین کرتے ہوئے یہ دلیل دی تھی کہ ایشیائی ممالک بالخصوص سنگاپور میں آسمان ابر آلود رہتا ہے، لہٰذا بیشتر علاقوں میں رؤیت نہیں ہو پاتی ہے جو قابل اعتبار عذر ہے، اس لئے حسابی طریقہ اپنانا ہی ضروری ہے۔

اکیڈمی کے ارکان نے شرعی نصوص کی روشنی میں اس موضوع کا بھرپور مطالعہ کیا اور اس کے بعد واضح شرعی دلائل کی بنیاد پر جمعیت کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے طے کیا کہ سنگاپور اور اس جیسے دیگر ایشیائی ممالک

☆ ڈائریکٹر بہاولنگر کیمپس/اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

جہاں آسمان ابر آلود ہونے کی وجہ سے رؤیت ممکن نہ ہو، کے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ فلکیاتی حساب کے بجائے بصری رؤیت پر اعتماد کرنے والے ایسے مسلم ممالک کے فیصلوں کے مطابق عمل کریں جن پر انہیں اعتماد ہو کیونکہ یہی تقاضا ہے رسول کریم ﷺ کے ان ارشادات گرامی کا کہ ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ ختم کرو، اگر آسمان ابر آلود ہو تو تیس کی تعداد پوری کرو'' اور ارشاد گرامی: ''روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو نیز فرمایا کہ گنتی پوری کرلو اور روزہ نہ ختم کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو مزید فرمایا کہ گنتی پوری نہ کرلو''، اسی مفہوم کی دیگر احادیث بھی وارد ہیں (۲)۔ اسی طرح رؤیت ہلال کی بابت اختلاف مطالع کے مسئلہ میں فلکیاتی حساب کے بجائے بصری رؤیت کا اعتبار کو شریعت کے مطابق قرار دیا کہ اسلام نے اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے کہ یہ لوگوں کے لئے سہل و آسان بھی ہے اور صحیح نقطہ نظر کے موافق بھی۔ لہذا پوری دنیا میں روزہ اور عید کے اوقات میں یکسانیت کی رائے خلاف شرع و عقل ہے۔ جہاں تک اس رائے کے خلاف شرع ہونے کا تعلق ہے تو اس کی بنیاد حدیث ''کریب'' ہے جسے ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے کہ ام الفضل بنت حارث نے انہیں [کریب] حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام بھیجا، وہ کہتے ہیں کہ میں شام آیا، اپنی ضرورت پوری کی، اسی اثناء میں رمضان کا چاند ہو گیا، میں شام ہی میں تھا، میں نے جمعہ کی شب کو چاند دیکھا، پھر ماہ کے آخر میں جب مدینہ آیا تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے چاند کا ذکر کیا اور پوچھا کہ تم نے کب چاند دیکھا؟ میں نے کہا کہ ہم لوگوں نے جمعہ کی شب میں چاند دیکھا، انہوں نے پوچھا کہ تم نے خود دیکھا؟ میں نے کہا: ہاں، اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھا اور سبھی نے اسی کے مطابق روزہ بھی رکھا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی روزہ رکھا، انہوں نے کہا: لیکن ہم لوگوں نے تو ہفتہ کی شب کو چاند دیکھا ہے لہذا ہم تو روزہ رکھتے رہیں گے جب تک تیس دن پورے نہ کرلیں یا چاند نہ دیکھ لیں، میں نے کہا: کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رؤیت اور روزہ ہمارے لئے کافی نہیں ہے؟ فرمایا: نہیں، رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے۔ صحیح مسلم کی اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے امام نوویؒ نے عنوان قائم کیا ہے: ''اس بات کا بیان کہ ہر شہر کے لئے علیحدہ رؤیت ہے، اور اگر کسی شہر کے لوگ چاند دیکھ لیں تو وہاں سے دور لوگوں کے لئے چاند کا حکم ثابت نہیں ہوگا'' صحاح ستہ میں سے ابوداودؒ، ترمذیؒ اور نسائیؒ نے اس حدیث کے عنوان میں اسی نہج کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ اسلام نے روزہ اور افطار کو رؤیت بصری سے ہی وابستہ کیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو اور روزہ نہ ختم کرو جب تک چاند نہ دیکھ لو، اگر آسمان ابر آلود ہو تو اندازہ کرو''۔ اس حدیث میں حکم کا مدار جس سبب پر رکھا گیا ہے وہ رؤیت ہے، اور رؤیت کسی شہر مثلاً مکہ اور مدینہ میں ہوگی اور دوسرے شہر میں اس وقت نہیں ہوگی، کہ وہاں دن کا وقت ہوگا، تو کیسے ان کے لئے روزہ یا افطار کا حکم ہوگا، اور تقریباً تمام مسالک کے علماء نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جمہور کے نزدیک اختلاف مطالع معتبر ہے۔ ابن عبد البرؒ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ کسی شہر کی رؤیت دور کے ممالک مثلاً اندلس سے خراسان جیسی دوری کے ممالک کے لئے معتبر نہیں ہوگی بلکہ ہر شہر کا مخصوص حکم ہوگا۔ مذاہب اربعہ کی کتابیں اختلاف مطالع کے اعتبار اور ان کے شرعی دلائل سے بھری پڑی ہیں۔

اور جہاں تک اس رائے کا خلاف عقل ہونا ہے تو وہ اس بنا پر ہے کہ اختلاف مطالع کے سلسلہ میں کسی عالم کا اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ یہ تو مشاہدہ اور عقل میں آنے والی چیز ہے، عقل اور شریعت دونوں اس پر متفق ہیں، اور بہت سے احکام کی بنیاد اسی پر ہے، جن میں نمازوں کے اوقات شامل ہیں، اور دوبارہ مشاہدہ کر کے بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ مطالع کا اختلاف ایک امر واقع ہے۔

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں فقہ اکیڈمی مکہ نے طے کیا کہ عالم اسلام میں روزہ اور عید کے اوقات اور رؤیت ہلال کے مسئلہ میں یکسانیت و وحدت ضروری نہیں۔ کیونکہ امت مسلمہ کا اتحاد محض اس مسئلہ میں اتفاق کے مرہون منت نہیں، ثبوت رؤیت کا مسئلہ اسلامی ممالک کے دار الافتاء اور دار القضاء پر چھوڑ دینا چاہئے، یہی اسلام کی عمومی مصلحت سے ہم آہنگ ہے۔ مسلمانوں کے اندر اتفاق زندگی کے تمام معاملات میں قرآن وسنت پر عمل کرنے ہی سے ہوسکتا ہے (۳)۔ پاکستان میں بالخصوص اور دیگر ممالک میں بالعموم جدید میڈیا اور نام نہاد پڑھے لکھے لوگ اس مسئلہ کو ایک نہایت ہی شدید اختلافی مسئلہ بنا کر پیش کرتے ہیں کہ عیدین اور رمضان وغیرہ میں اختلاف امت کا بہت بڑا اختلافی مسئلہ ہے جو شائد علماء کے مسلکی اختلافات کا نتیجہ ہے حالانکہ یہ مسئلہ بھی ان مسائل میں سے ایک ہے جو امت کے بڑے اجتہادی اداروں کے مابین اجماع کا پتہ دیتا ہے چنانچہ اسی باب میں اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کا فیصلہ ملاحظہ ہو جس کا ملخص درج ذیل ہے:

۱۔ اختلاف مطالع کا اعتبار کیا جانا چاہیے۔

۲۔ حساب فلکی اور دیگر جدید سائنسی آلات سے رؤیت کیلئے مدد لی جاسکتی ہے تاہم اس سلسلہ میں اصل حیثیت رؤیت کو ہی حاصل رہے گی۔

۳۔ نئے چاند کا دارومدار رؤیت پر ہے صرف موجود ہونے کے علم پر نہیں ہے۔ (۴)

۲۔ مفاد عامہ کی خاطر عوامی املاک پر قبضہ

کیا اجتماعی مفاد کی خاطر عوام کی املاک کو حکومتی تحویل میں لیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس اہم مسئلہ پر اکیڈمی نے اپنے چوتھے اجلاس میں پیش کئے گئے مقالات کو بغور جائزہ لیا، چونکہ انفرادی ملکیت کا احترام شریعت میں ایک مسلمہ اصول ہے، بلکہ اسے دین کے ناقابل انکار قطعی احکام میں شمار کیا گیا ہے، مال کی حفاظت ان پانچ ضروریات میں سے ہے جن کی رعایت شریعت کے مقاصد میں داخل ہے، اور ان کی حفاظت پر قرآن وسنت کی متعدد نصوص وارد ہیں، دوسری جانب سنت نبوی، صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والوں کے عمل سے یہ بات ثابت ہے کہ مفاد عامہ کے پیش نظر عوامی املاک کو حاصل کیا جاسکتا ہے، نیز یہ مصالح کی رعایت کے سلسلہ میں شریعت کے عمومی قواعد، اجتماعی حاجت کو ضرورت کا درجہ حاصل ہونے اور اجتماعی ضرر کو دور کرنے کے لئے انفرادی ضرر کو گوارا کرنے سے متعلق اصول پر مبنی ہے، ان تفصیلات کی روشنی میں یہ طے کیا گیا کہ:

اول: انفرادی ملکیت کی رعایت اور کسی بھی زیادتی سے اس کا تحفظ ضروری ہے، انفرادی ملکیت کے دائرہ میں تنگی پیدا کرنا یا اسے ختم کر دینا جائز نہیں ہے، مالک کو اپنی املاک پر اختیار حاصل ہے اور شرعی حدود میں رہتے

ہوئے اسے ہر طرح کے تصرف اور انتفاع کا حق ہے۔

دوم: مفاد عامہ کی خاطر عوامی اراضی کا حصول صرف درج ذیل شرعی شرائط اور ضوابط کی رعایت کرتے ہوئے ہی جائز ہوسکتا ہے:

۱- املاک کا فوری اور ایسا عادلانہ معاوضہ دیا جائے جس کا تعین ماہرین و واقف کار کریں اور جو اس کی بازاری قیمت سے کم نہ ہو۔

۲- سربراہ یا اس کے نائب ہی کو املاک کے حصول کا اختیار ہوگا۔

۳- یہ حصول کسی ایسے مفاد عامہ کے لئے ہو جو اجتماعی ضرورت یا اجتماعی حاجت کے درجہ کا ہو، کیونکہ یہ بھی ضرورت کے حکم میں ہوتا ہے جیسے مساجد، راستے اور پل۔

۴- مالک سے حاصل کی جانے والی املاک کو عمومی یا خصوصی سرمایہ کاری میں نہ لگایا جائے اور یہ کہ اسے وقت سے پہلے حاصل نہ کیا جائے۔

اگر یہ شرائط یا ان میں سے بعض شرائط بھی نہ پائی جائیں تو اراضی کا حصول ظلم ہوگا اور اسے غصب قرار دیا جائے گا، جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

اگر حاصل شدہ املاک کو مذکورہ مفاد عام میں استعمال کرنے کی رائے باقی نہ رہے تو اصل مالک یا اس کے ورثاء ہی مناسب معاوضہ پر اس کو واپس لینے کے زیادہ حقدار ہوں گے (۵)۔

۳۔ جدید وسائل مواصلات کے ذریعہ تجارتی معاملات کے احکام

عہد حاضر میں جدید وسائل مواصلات کے ذریعہ تجارتی معاملات کے احکام معلوم کرنے کے لیے اکیڈمی کے چھٹے اجلاس میں اس موضوع پر پیش کردہ مقالات پر اثناء غور و فکر کے دوران یہ بات بھی پیش نظر رکھی گئی کہ مواصلات کے وسائل میں زبردست ترقی ہوئی ہے اور مالی معاملات اور تصرفات کی جلد تکمیل کے لئے عقود کو طے کرنے میں ان کا بہت استعمال ہوتا ہے نیز اس بات کو بھی مدنظر رکھا گیا کہ فقہاء کرام نے عقود کو طے کرنے کے ضمن میں خطاب، تحریر، اشارہ اور قاصد کے احکام پر بحث کی ہے اور یہ بھی طے شدہ ہے کہ دو موجود اشخاص کے درمیان معاملہ کی صورت میں (وصیت، وصی اور وکیل بنانے کے احکام اس سے مستثنیٰ ہیں) یہ ضروری ہے کہ مجلس ایک ہو، ایجاب و قبول ایک دوسرے کے مطابق ہوں، فریقین میں سے کسی کی جانب سے کوئی ایسا اظہار نہ ہو جس سے کسی ایک کا معاملہ سے گریز معلوم ہوتا ہو اور عرف کی رو سے ایجاب و قبول میں اتصال ہو۔ اس روشنی میں اجلاس نے درج ذیل فیصلے کیے:

اول: اگر کوئی معاملہ کسی ایسے دو اشخاص کے درمیان کیا جائے جو ایک جگہ موجود نہ ہوں، نہ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں اور نہ ایک دوسرے کی بات سن رہے ہوں، دونوں کے درمیان رابطہ کا ذریعہ تحریر، پیغام یا سفارت (قاصد) ہو (ٹیلی گرام، ٹیلکس، فیکس اور کمپیوٹر کے اسکرین پر یہ صورت صادق آتی ہے) تو ایسی صورت میں مخاطب تک ایجاب کے پہنچنے اور اس کے قبول کرنے کے بعد عقد کی تکمیل ہو جائے گی۔

دوم: اگر معاملہ فریقین کے درمیان ایک وقت میں ہو اور وہ دونوں علیحدہ علیحدہ دو مقامات پر ہوں یہ صورت ٹیلی فون

اور وائرلیس پر صادق آتی ہے تو ایسی صورت کو دو موجود اشخاص کے درمیان معاملہ تصور کیا جائے گا اور اس پر وہ سارے اصل احکام مرتب ہوں گے جو فقہاء نے بیان فرمائے ہیں اور اوپر ابتدائی سطروں میں جن کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

سوم: ان وسائل کے ذریعہ ایجاب کرنے والے شخص نے اگر ایجاب کو ایک معین مدت تک کے لئے وسیع کردیا ہو تو اس مدت تک وہ اپنے ایجاب کا پابند ہوگا اور ایجاب سے رجوع درست نہیں ہوگا۔

چہارم: مذکورہ بالا قواعد نکاح پر منطبق نہیں ہوں گے کہ نکاح میں گواہ کا ہونا ضروری ہے، نہ بیع صرف پر کہ اس میں عوضین پر قبضہ ضروری ہے اور نہ ہی بیع سلم پر ان کا انطباق ہوگا کیونکہ بیع سلم میں قیمت پیشگی دی جانی ضروری ہوتی ہے۔

پنجم: دھوکہ، فریب اور غلط بیانی سے متعلق امور میں اثبات کے عام ضوابط کی طرف رجوع کیا جائے گا(۶)۔

اس مسئلہ پر کسی اور ادارے کا فقہی اجتہاد نظر سے نہیں گذر سکا تاہم اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا نے بعض دیگر جدید تجارتی شکلوں پر اپنا فتوی جاری کیا ہے جس کے مطابق قبضہ کے بغیر بیع تو واقع ہوجاتی ہے مگر اس کی مزید فروخت ناجائز ہے(۷)۔

۴۔رخصت شرعی پر عمل کرنے کے احکام

رخصت شرعی کی حدود اور احکام کے حوالے سے اکیڈمی نے اپنے آٹھویں اجلاس میں جائزہ لیا اور موضوع پر موصولہ تمام مقالات اور مباحث پر غور وخوض کے بعد درج ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

۱- ''رخصت شرعی'' سے مراد وہ احکام ہیں جو کسی عذر کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں کو سہولت پہنچانے کے لئے مشروع کئے گئے ہیں حالانکہ حکم اصلی کا تقاضا کرنے والے اسباب موجود ہیں۔ شریعت کی دی گئی سہولتوں پر عمل کرنا اگر اس کے اسباب موجود ہوں، باتفاق جائز ہے، بشرطیکہ رخصت اختیار کرنے کے اسباب بھی موجود ہوں اور دی گئی رخصت کے دائرے سے تجاوز نہ کیا جائے نیز رخصت پر عمل کے سلسلہ میں شریعت کے مقررہ اصول و ضوابط کی رعایت کی جائے۔

۲- ''رخص فقہیہ'' سے مراد وہ فقہی اجتہادات ہیں جن میں کسی چیز کو مباح قرار دیا گیا ہو جب کہ ان کے بالمقابل دوسرے فقہی اجتہادات میں اس چیز کو ناجائز قرار دیا گیا ہو۔

''رخص فقہاء کو اختیار کرنا'' یعنی مجتہدین کے اقوال میں سے آسان قول پر عمل کرنا شرعاً چند شرائط کے ساتھ جائز ہے، جن کا ذکر دفعہ(۴) میں آرہا ہے۔

۳- عام مسائل میں رخصتوں کا حکم بھی اصل فقہی مسائل کی طرح ہوگا جب کہ رخصت شریعت کی معتبر مصلحتوں کو پورا کرتی ہو نیز مختلف اقوال میں ترجیح کی صلاحیت رکھنے والے اور تقوی و علمی امانت کی صفات سے آراستہ علماء نے اجتماعی اجتہاد کے ذریعہ اس کی اجازت دی ہو۔

۴- مختلف فقہی مسالک کی دی ہوئی رخصتوں پر محض خواہش نفسانی کی وجہ سے عمل کرنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ اس طرح

شریعت کی پابندی اٹھ جائے گی بلکہ رخصت پرعمل کرنے کے لئے درج ذیل ضوابط کی رعایت ضروری ہوگی:

الف۔ رخصت وسہولت پرمبنی فقہاء کے جن اقوال کواختیار کیا جانا ہو، وہ شرعاً معتبر اقوال ہوں۔

ب۔ رخصت پرعمل کرنے کی ضرورت کسی مشقت کو دور کرنے کے لئے ہو، خواہ وہ ضرورت سماج کی عمومی ہو یا خصوصی، انفرادی ہو یا اجتماعی۔

ج۔ رخصت پرعمل کرنے والا بذات خود ترجیح کی صلاحیت رکھتا ہو یا کسی دوسرے ایسے شخص پر اعتماد کر رہا ہو جو ترجیح کی صلاحیت رکھتا ہے۔

د۔ رخصت پرعمل کے نتیجہ میں دفعہ چھ میں ذکر کردہ ممنوع تلفیق کا ارتکاب نہ لازم آتا ہو۔

ھ۔ اس قول کواختیار کرنا کسی غیرمشروع مقصد تک رسائی کا ذریعہ نہ بنتا ہو۔

و۔ رخصت اختیار کرنے والے کا دل رخصت پر مطمئن ہو۔

۵- مسالک فقہیہ کی تقلید میں تلفیق کی حقیقت یہ ہے کہ کسی ایک ہی مسئلہ کے اندر، جس میں ایک دوسرے سے تعلق رکھنے والے دو یا دو سے زائد پہلو موجود ہوں، کوئی مقلد مختلف ائمہ کے اقوال پر اس طرح عمل کرے کہ ان میں سے کوئی امام اس عمل کا قائل نہ ہو۔

۶- درج ذیل صورتوں میں تلفیق ممنوع ہے:

الف۔ محض خواہش نفسانی کے لئے رخصت پرعمل کرنا لازم آتا ہو، یا رخصت پرعمل کے لئے مقررہ ضابطوں میں سے کسی ایک ضابطہ کی خلاف ورزی ہوتی ہو (جن کا ذکر اوپر آچکا ہے)۔

ب۔ قاضی کے کسی فیصلہ سے متصادم ہو۔

ج۔ ایک ہی واقعہ میں بطور تقلید پہلے کئے گئے عمل کی خلاف ورزی لازم آتی ہو۔

د۔ اجماع یا اجماع کے تقاضوں کی مخالفت لازم آتی ہو۔

ھ۔ ایسی مرکب (دوہری) حالت پیدا ہوتی ہو جو کسی مجتہد کے نزدیک قابل تسلیم نہ ہو(۸)۔

اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا نے براہِ راست اس موضوع پر تو غور نہیں کیا البتہ ہندوستان کے مخصوص حالات میں انشورنش کے موضوع پر مقالات اور مناقشہ کے بعد رخصت شرعی کے اصول کے مطابق اس کی اجازت دی۔ چنانچہ اکیڈمی نے قرار دیا:

> ''مروجہ انشورنس اگرچہ شریعت میں ناجائز ہے کیوں کہ وہ ربوا، قمار اور غرر جیسے شرعی طور پر ممنوع معاملات پر مشتمل ہے۔ لیکن ہندوستان کے موجودہ حالات میں جب کہ مسلمانوں کی جان و مال، صنعت وتجارت وغیرہ کو فسادات کی وجہ سے ہر آن شدید خطرہ لاحق رہتا ہے اس کے پیش نظر ''الضرورات تبیح المحظورات '' رفع مضر، دفع حرج اور تحفظ جان و مال کی شرعاً اہمیت کی بنا پر ہندوستان کے موجودہ حالات میں جان و مال کا بیمہ کرانے کی شرعاً اجازت ہے''(۹)۔

۵۔ ذبیحہ سے متعلق

جانوروں کو جدید آلات سے ذبح کرنا اور ذبیحہ سے متعلق دیگر امور پر اسلامک فقہ اکیڈمی کے دسویں اجلاس میں تحقیقی مقالات پیش ہوئے اور اس موضوع پر مناقشہ بھی ہوا جس میں فقہاء، اطباء اور ماہرین تغذیہ نے یہ بات مد نظر رکھتے ہوئے شرکت کی کہ ذبیحہ ان امور میں سے ہے جو کتاب وسنت سے ثابت شرعی احکام کے تابع ہے اور ان کے احکام کی رعایت کا مطلب شعائر اسلام کا التزام ہے اور اس پر عمل درآمد سے مسلم اور غیر مسلم کے درمیان امتیاز باقی رہتا ہے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے ہماری نماز پڑھی، ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو وہ ایسا مسلم ہے جس کی ذمہ داری خدا اور اس کے رسول پر ہے۔ چنانچہ اکیڈمی نے درج ذیل قرار داد منظور کی:

اول: شرعی ذبیحہ درج ذیل طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے انجام پاتا ہے:

۱- ذبح: یہ حلق، غذا کی نلی اور دونوں شہ رگ کے کاٹنے سے ہوتا ہے، بکروں، گایوں اور پرندوں کو ذبح کرنے میں یہی طریقہ شرعاً قابل ترجیح ہے، اور دوسرے جانوروں میں بھی یہی طریقہ جائز ہے۔

۲- نحر: اس سے مراد لبہ میں نیزہ مارنا ہے۔ لبہ گردن کے نیچے والے گڑھے کو کہتے ہیں۔ اونٹ اور اس جیسے جانوروں کے ذبح میں یہ طریقہ شرعاً راجح ہے جبکہ گائے میں اس طریقہ کی اجازت ہے۔

۳- عقر: اس سے مراد قابو میں نہ آنے والے جانور کے کسی بھی حصہ بدن کو زخمی کرنا ہے، خواہ شکار کا مباح وحشی جانور ہو یا وہ پالتو جانور جو وحشی ہوگئے ہوں۔ ہاں اگر شکاری اس کو زندہ حالت میں پالے تو اسے ذبح کرنا یا نحر کرنا واجب ہوگا۔

دوم: ذبح کے صحیح ہونے کے لئے درج ذیل شرائط ہیں:

۱- ذبح کرنے والا بالغ یا باشعور اور مسلمان یا کتابی (یہودی یا عیسائی) ہو۔ چنانچہ بت پرستوں، لادینوں، ملحدوں، مجوسیوں، مرتدوں اور غیر کتابی تمام کفار کے ذبیحے کھانا جائز نہیں ہوگا۔

۲- ذبح کسی ایسے تیز دھار والے آلہ سے کیا جائے جو اپنی دھار سے کاٹ دے، خواہ وہ آلہ لوہے کا ہو یا اس کے علاوہ کسی ایسی چیز کا، جو خون بہادے، البتہ دانت اور ناخن نہ ہوں۔

پس ''منخنقة''، یعنی گلا گھونٹ کر مارا گیا جانور خواہ خود سے گلا گھٹا ہو یا کسی دوسرے کی وجہ سے ہوا ہو، ''موقوذة''، یعنی کسی وزنی چیز کی ضرب جیسے پتھر لکڑی وغیرہ سے مارا گیا جانور، ''متردية''، یعنی جو جانور کسی اونچی جگہ سے گر کر یا کسی گڑھے میں گر کر مر جائے، ''نطيحة''، یعنی آپسی لڑائی میں سینگ کی ضرب سے مر جانے والا جانور اور تربیت یافتہ و شکار پر چھوڑے گئے کتے کے علاوہ دوسرے درندوں یا پرندوں نے جس جانور کو پھاڑ کھایا ہو، ان تمام جانوروں کو کھانا حلال نہیں ہوگا۔

البتہ اگر ان میں سے کسی جانور کو پوری طرح زندہ حالت میں پالے اور ذبح کردے تو اس کو کھانا جائز ہوگا۔

۳- ذبح کرنے والا ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لے، ٹیپ ریکارڈ میں محفوظ بسم اللہ کا استعمال کافی نہیں ہو گا، ہاں اگر کوئی بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اس کا ذبیحہ حلال ہوگا۔

سوم: ذبح کرنے کے کچھ آداب ہیں جن کا حکم اسلامی شریعت نے ذبح کرنے سے پہلے، ذبح کے بعداور دوران ذبح جانوروں کے ساتھ نرمی برتنے کی غرض سے دیا ہے، چنانچہ ذبح کئے جانے والے جانور کے سامنے ہی چھری کو تیز نہ کیا جائے، نہ ہی ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کیا جائے، نہ کند آلے سے ذبح کیا جائے اور نہ ذبیحہ کو تکلیف پہنچائی جائے، جب تک کہ جانور کی روح پوری طرح نکل نہ جائے، نہ تو اس کے بدن کا کوئی حصہ کاٹا جائے نہ ہی اس کی کھال اتاری جائے، نہ اسے گرم پانی میں ڈالا جائے اور نہ ہی اس کے پر نوچے جائیں۔

چہارم: ذبح کیا جانے والا جانور کسی متعدی مرض کا شکار نہ ہو، نہ ہی اسے کوئی ایسی بیماری ہو جو گوشت کے رنگ اور مزہ میں ایسی تبدیلی پیدا کردے کہ اس کے کھانے والے کو ضرر پہنچے۔ بازار کے لئے ذبح کئے گئے گوشت اور درآمد کئے جانے والے گوشت کے بارے میں اس اصول صحت کی اہمیت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

پنجم: الف۔شرعی ذبح میں اصل یہ ہے کہ جانور کو بغیر بے ہوش کئے ذبح کیا جائے، اس لئے کہ اسلامی طریقہ ذبح ہی اپنے آداب وشرائط کے ساتھ جانوروں کے ساتھ نرمی، اچھی طرح ذبح اور کم سے کم تکلیف پہنچانے میں مثالی ہے، چنانچہ ذبح انجام دینے والے اداروں سے یہی مطالبہ ہے کہ وہ بڑے جانوروں کے ذبح میں وسائل ذبح کو مزید ایسی ترقی دیں کہ اس شرعی طریقہ کے مطابق مکمل طور پر ان کا ذبح انجام پائے۔

ب۔فقرہ (الف) میں مذکور تفصیل کی رعایت کے ساتھ اگر جانوروں کو بے ہوش کرنے کے بعد شرعی ذبح کردیا جائے تو ان کو کھانا حلال ہوگا بشرطیکہ وہ تمام فنی شرائط موجود ہوں جن سے یقین ہوتا ہو کہ جانور کی موت ذبح سے پہلے نہیں ہوئی تھی، اس یقین کے تعین کے لئے موجودہ وقت میں ماہرین نے درج ذیل تفصیل طے کی ہے:

۱- بجلی کے تار دونوں کنپٹیوں پر لگائے جائیں یا سامنے پیشانی کے حصہ پر۔

۲- وولٹیج ۱۰۰ سے لے کر ۴۰۰ تک کے درمیان ہو۔

۳- کرنٹ کی شدت ۷۵ء۰ سے ایک ایمپیئر، بکریوں کیلئے ہو اور گائے کے لئے دو سے ۵ء۲ ایمپیئر کے درمیان ہو۔

۴- الیکٹرک کرنٹ کا استعمال تین سے چھ سیکنڈ کے درمیان مکمل ہوجائے۔

ج۔ ذبح کئے جانے والے جانور کو بے ہوش کرنے میں ایسے پستول کا استعمال جس میں چبھنے والی سوئیاں ہوں، یا کلہاڑی یا ہتھوڑی کا استعمال درست نہیں اور نہ ہی انگریزی طریقہ پر پھونک مار کر بے ہوش کرنا درست ہے۔

د۔ الیکٹرک شاک سے مرغیوں کو بے ہوش کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ اس کے نتیجہ میں ایک اچھی تعداد ذبح سے پہلے ہی مرجاتی ہے۔

ھ۔ ایسے ذبح کئے گئے جانور حرام نہیں ہیں جنہیں ذبح سے قبل بے ہوش کرنے میں سکنڈ مکسڈ کاربن ڈائی آکسائیڈ استعمال ہوا ہو، یا آکسیجن یا گیند نما سر والے پستول کا استعمال اس طرح کیا گیا ہو کہ اس کے نتیجہ

میں ذبح سے قبل موت نہ ہوجائے۔

ششم: غیرمسلم ممالک میں مقیم مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ بغیر بے ہوش کئے اسلامی طریقہ پر ذبح کرنے کی قانونی اجازت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

ہفتم: غیرمسلم ممالک میں جانے والے یا قیام کرنے والے مسلمانوں کے لئے اہل کتاب کے ایسے ذبیحہ کا کھانا جائز ہے، جوشرعاً مباح ہے بشرطیکہ اس بات کا یقین کرلیا جائے کہ ان میں کسی حرام کی آمیزش نہیں ہے۔ لیکن اگر ثابت ہوجائے کہ انہیں شرعی طریقہ پر ذبح نہیں کیا گیا ہے تو ان کو کھانا جائز نہیں ہوگا۔

ہشتم: بہتر تو یہ ہے کہ مرغیاں وغیرہ ہاتھ سے ذبح کی جائیں۔مرغیوں کے ذبح میں مشین کا استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ دفعہ دوم میں مذکور شرعی ذبح کی شرائط پائی جائیں اور ہر اس مجموعہ جانور پر ایک تسمیہ کافی ہوگا جس کا ذبح مسلسل انجام پاتا رہے، جب سلسلہ منقطع ہوجائے تو تسمیہ دوہرایا جائے گا۔

نہم: الف۔اگر گوشت ایسے ممالک سے درآمد کیا جائے جہاں کے باشندوں کی اکثریت اہل کتاب کی ہو اور ان کے جانور مذبح میں ان شرائط کے ساتھ ذبح کئے جائیں جو دفعہ دوم میں بیان کی گئی ہیں تو وہ گوشت حلال ہوگا کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾(۱۰)۔
(اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے)۔

ب۔ ایسے ممالک سے درآمد شدہ گوشت، جہاں غیر اہل کتاب کی اکثریت ہو، حرام ہوگا کیونکہ اس میں گمان غالب ہے کہ ان (جانوروں) کی جان ایسے لوگوں کے ہاتھ نکلی ہوگی جن کا ذبیحہ حلال نہیں ہے۔

ج۔ دفعہ(ب) میں مذکور ممالک سے درآمد شدہ گوشت اس وقت حلال ہوگا جب کسی قابل اعتماد مسلم ادارہ کے تحت شرعی طور پر ان کو ذبح کیا گیا ہو اور ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا کتابی ہو۔

چنانچہ اکیڈمی نے سفارش کی کہ:

اول: غیر اسلامی حکومت میں جہاں مسلمان رہتے ہوں اس بات کی کوشش حکومتی سطح پر کی جائے کہ مسلمانوں کو بغیر بے ہوش کئے اسلامی طریقہ پر ذبح کرنے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

دوم: غیرمسلم ممالک سے گوشت درآمد کرنے کی وجہ سے پیش آنے والی مشکلات سے مکمل طور پر خلاصی پانے کے لئے مندرجہ ذیل امور کی رعایت کی جائے:

الف۔ اسلامی ممالک میں جانوروں کی افزائش نسل پر توجہ دی جائے تاکہ یہ خود کفیل ہوسکیں۔

ب۔ گوشت درآمد کرنے میں حتی الامکان مسلم ممالک پر اکتفا کیا جائے۔

ج۔ زندہ جانور درآمد کئے جائیں اور ان کو اسلامی ممالک میں ذبح کیا جائے تاکہ شرعی طریقہ پر ذبح کی انجام دہی یقینی ہو۔

د۔ آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس سے گذارش کی جائے کہ وہ ایک ایسا متحدہ اسلامی ادارہ منتخب کرے جو درآمد کئے جانے والے گوشت کی نگرانی کرے، خواہ اس کے لئے کوئی نیا ادارہ قائم کیا جائے جو اس کام کو

سنبھالے اور اس کے لئے پوری طرح یکسو ہو، شرعی ذبح کی تمام شرائط پر مشتمل مفصل لائحہ عمل بنادیا جائے اور اس کام کی نگرانی کو منظّم رکھا جائے، اس کے لئے شرعی اور فنی ماہرین سے تعاون لیا جائے اور ادارہ کی جانب سے جو گوشت قابل قبول قرار دیا جائے اس پر کوئی تجارتی مارکہ لگایا جائے جو رجسٹرڈ ہو اور قانوناً اس کا استعمال دوسرے نہ کرسکتے ہوں۔

ھ۔ نگرانی کا عمل صرف مذکورہ بالا ادارہ ہی انجام دے جس کا ذکر اوپر دفعہ (د) میں آیا ہے اور کوشش کی جائے کہ تمام اسلامی ممالک اس کو تسلیم کریں۔

و۔ جب مذکورہ بالا دفعہ (د) کی سفارش روبہ عمل نہ آئے تو گوشت درآمد اور برآمد کرنے والوں سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اسلامی ممالک میں برآمد کئے جانے والے گوشت کے اندر شرعی ذبح کی شرائط کی گارنٹی دیں تاکہ وہ افراد اور ادارے گوشت کی درآمدات میں شرعی ذبیحہ کی تحقیق میں تساہل برت کر مسلمانوں کو حرام میں مبتلا نہ کرسکیں (۱۱)۔

فقہ اکیڈمی جدہ کا زیر نظر فتوٰی بہت ہی بروقت اور برمحل ہے اور وقت کی ایک نہایت ہی اہم ضرورت کو پورا کرتا ہے جو مسئلہ کی تمام ہی ضروری جہات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اسی مسئلہ پر قدرے جزوی طور پر فقہ اکیڈمی مکہ نے ''بجلی کے شاک سے جانوروں کا ذبح'' کے عنوان سے فیصلہ جاری کیا۔ اور قرار دیا کہ اگر ماکول اللحم جانور کو بجلی کا شاک لگایا جائے، پھر اسے زندہ حالت میں ذبح یا نحر کیا جائے تو یہ شرعی ذبح ہے، اور اس جانور کا کھانا اس آیت قرآنی کے عموم کی وجہ سے حلال ہے: ﴿ **حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلاَّ مَا ذَكَّيْتُمْ** ﴾ (۱۲)۔

(تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور کہ غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو، اور جو گلا گھٹنے سے مرجائے اور جو کسی ضرب سے مرجائے اور جو اونچے سے گر کر مرجائے اور جو کسی کی ٹکر سے مرجائے اور جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو ذبح کر ڈالو)۔

دوسرا وہ جانور جسے ذبح کرنے یا نحر کرنے سے پہلے بجلی کا شاک دیا گیا اور اس کی روح نکل گئی تو وہ مردار ہے اس کا کھانا حرام ہے اس لئے کہ اللہ کا یہ قول: ''**حرمت عليكم الميتة**..'' عام ہے۔

تیسرا بجلی کے انتہائی تیز شاک لگانا دراصل ذبح سے پہلے جانور کو تکلیف پہنچانا ہے، جو اسلام میں ممنوع ہے۔ اسلام جانور کے ساتھ رحمت اور نرمی کا حکم دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: اللہ تعالی نے ہر کام میں اچھائی ونرمی کا حکم دیا ہے، پس جب تم قتل کرو تو حسن کے ساتھ قتل کرو اور ذبح کرو تو حسن کے ساتھ ذبح کرو''۔

چوتھا اگر بجلی کے شاک ہلکے اور معمولی ہوں کہ جانور کو اس سے تکلیف نہ پہنچتی ہو اور اس سے مقصود یہ ہو کہ ذبح کی تکلیف جانور کو کم پہنچے اور قوت مدافعت میں کمی آجائے تو اس مصلحت کی وجہ سے اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں ہے (۱۳)۔ تاہم جیسا کہ صاف ظاہر ہے اس حوالے سے اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کا فیصلہ زیادہ تفصیلی اور وقیع ہے۔

۶۔خاندانی منصوبہ بندی

معاشرتی وعمرانی مسائل میں عہدِ جدید کا نہایت ہی اہم مسئلہ خاندانی منصوبہ بندی،ضبط تولید،فیملی پلاننگ یا تحدیدالنسل ہے۔مسلم معاشروں میں اس مسئلے پر بہت زیادہ بحث ومباحثہ اوراختلاف ہے۔دوسری طرف سے ماڈرن دنیا بالخصوص یورپی ممالک کا مسلمان حکومتوں پر اس حوالے سے آئے روز دباؤ اور اس پر مستزاد بالعموم مسلمان حکمرانوں کا ذہنی طور پر مرعوب ہونا ہے ۔چنانچہ اکیڈمی کے پانچویں اجلاس میں اس موضوع پر علماء اور ماہرین کی تحریریں پیش کی گئیں اور بحث ومباحثہ ہوا جس کا ماحصل مندرجہ ذیل ہے:

چونکہ نسل انسانی کا حصول اور اس کا تحفظ شریعت اسلامیہ میں شادی کے مقاصد میں داخل ہے۔اس لئے اس مقصد کو نظر انداز کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اسے نظر انداز کرنا شریعت کی ان ہدایات اور تعلیمات سے متصادم ہے جن میں نسل انسانی میں اضافہ، اس کی حفاظت اور اس سے دلچسپی پر زور دیا گیا ہے اور اسے ان پانچ بنیادی مقاصد میں سے ایک قرار دیا گیا ہے جن کی رعایت کے لئے شریعتیں نازل ہوئی ہیں،چنانچہ اجلاس نے طے کیا:

اول: ایسا عمومی قانون جاری کرنا جائز نہیں ہے جو زوجین کی آزادی تولید پر پابندی عائد کرتا ہو۔

دوم: جب تک شریعت کے معیار پر ضرورت درپیش نہ ہو مرد یا عورت کی قوت تولید کو ختم کرنا جسے بانجھ کرنا یا نس بندی کرنا کہتے ہیں،حرام ہے۔

سوم: حمل کے وقفوں کے درمیان فاصلہ رکھنے کی غرض سے وقتی منع حمل کی تدبیر اختیار کرنا یا ایک مقررہ وقت تک کے لئے حمل کو روکنا جائز ہے، جبکہ کوئی معتبر شرعی ضرورت درپیش ہو اور زوجین کے باہمی مشورہ اور رضامندی سے کیا گیا ہو، بشرطیکہ کسی ضرر کا اندیشہ نہ ہو، اور جائز طریقہ اختیار کیا گیا ہو اور اس عمل سے موجودہ حمل پر کوئی زیادتی لازم نہ آرہی ہو(۱۴)۔

فقہ اکیڈمی مکہ نے نسل انسانی کے اضافہ کو شریعت کی ترغیب قرار دیا کیونکہ شریعت اسے بندوں پر اللہ کی عظیم نعمت اور بڑا احسان شمار کرتی ہے ۔اس بابت قرآن کریم اور احادیث رسول ﷺ میں متعدد ہدایات مروی ہیں ، جو بتاتی ہیں کہ ضبط تولید یا منع حمل اللہ کی بنائی ہوئی فطرت انسانی کے خلاف ہے، اور اس شریعت اسلامی سے غیر ہم آہنگ ہے جسے اللہ نے بندوں کے لئے اپنا پسندیدہ قرار دیا ہے، برتھ کنٹرول یا منع حمل کے علمبرداران کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں اور بالخصوص عرب اقوام اور کمزور قبائل کی تعداد میں کمی کرائیں، تاکہ وہ ان کے ممالک کو اپنی کالونی اور وہاں کے باشندوں کو اپنا غلام بنا کر اسلامی ممالک کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں، دوسری جانب یہ عمل اللہ تعالی سے ایک نوعیت کی بدگمانی اور جاہلیت والا فعل ہے، اور اسلامی معاشرہ کو جو اپنی افرادی کثرت اور باہمی ہم آہنگی کا امتیاز رکھتا ہے، اسے کمزور کرنا مقصود ہے۔

چنانچہ اکیڈمی نے بالاتفاق برتھ کنٹرول مطلقاً ناجائز قرار دیا، اور کہا کہ فقر کے خوف سے بھی منع حمل جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالی ہی رازق اور زبردست قوت کا مالک ہے، روئے زمین کے ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے، اسی طرح اس وقت بھی منع حمل جائز نہیں جب ایسے اسباب کی بنیاد پر کرایا جائے جو شرعاً معتبر نہ

ہوں ، البتہ انفرادی حالات میں اگر یقینی ضرر کا خطرہ ہو مثلاً کسی عورت کو معتاد طریقہ پر (Normal Delivery) ولادت نہیں ہورہی ہواور آپریشن ہی کے ذریعہ بچہ کو نکالنا ممکن ہو، تو استقرار حمل کو روکنے یا اسے مؤخر کرنے والے اسباب اختیار کرنا جائز ہے اوراسی طرح قابل اعتماد مسلم ڈاکٹر کے مطابق دیگر جسمانی صحت یا شرعی اسباب کی بنیاد پر بھی حمل کو مؤخر کرنے کے اسباب اختیار کئے جا سکتے ہیں ، اور اگر قابل اعتماد مسلم ڈاکٹر کی رائے میں استقرار حمل کی صورت میں ماں کی جان کو یقینی خطرہ لاحق ہوتو ایسی صورت میں منع حمل کی تدبیر اختیار کرنا ہی متعین ہوجاتا ہے۔

اور یہ بھی قرار دیا کہ عمومی حالات میں ضبط تولید یا منع حمل کے لئے لوگوں کو آمادہ کرنا جائز نہیں ہے ، لوگوں کو جبراً منع حمل پر مجبور کرنا تو سخت ترین گناہ اور بالکل ہی ناجائز ہے، اور اکیڈمی نے عالمی طاقتوں پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ وہ عالمی سطح پر اپنی برتری اور دوسروں کی تباہی کے لئے اسلحوں کی دوڑ میں بے انتہا دولت لٹا رہی ہیں اور اقتصادی تعمیر وترقی اور قوموں کی ضروریات کی تکمیل سے صرف نظر کیا جارہا ہے(۱۵)۔

فیملی پلاننگ کے مسئلہ پر اسلامی فقہ اکیڈمی انڈیا نے قرار دیا کہ کوئی بھی ایسا عمل جس کا مقصد نسل انسانی کے سلسلے کو منقطع یا محدود کرنا ہو اسلام کے بنیادی تصورات کے خلاف اور ناجائز ہے ۔اسی طرح بطور فیشن خاندان کو مختصر رکھنے یا تجارت و ملازمت کی مشغولیتوں کے متأثر ہونے یا سماجی دلچسپیوں میں رکاوٹ پیدا ہونے کی وجہ سے اولاد کی ذمہ داری سے انکار وگریز کو شرع اسلامی کسی حال میں قبول نہیں کرسکتی۔ چنانچہ جو خواتین بلند معیار زندگی کے حصول یا زیادہ سے زیادہ دولت جمع کرنے کی خاطر نوکریاں کرنا چاہتی ہیں اور اپنے مقصد تخلیق اوراس مقدس فریضے کو بھول جاتی ہیں جو قدرت نے نسل انسانی کی ماں کی حیثیت سے ان پر عائد کیا ہے ان مقاصد کی خاطر خاندان کو محدود کرنے کا تصور قطعاً غیر اسلامی ہے ۔البتہ جو بچہ موجود ہے اس کی پرورش ، رضاعت اورنشوونما پر اگر ماں کے جلد حاملہ ہونے کی وجہ سے نقصان کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں مناسب وقفہ قائم رکھنے کی خاطر عارضی ''مانع حمل تدابیر اختیار کرنا'' جائز ہے۔لیکن دائمی منع حمل کی تدابیر کا استعمال مردوں کیلئے کسی حال میں بھی درست نہیں ہے ۔عورتوں کیلئے بھی منع حمل کی مستقل تدابیر ممنوع ہیں سوائے ایک صورت کے وہ استثنائی صورت یہ ہے کہ ''ماہر قابل اعتماد اطباء کی رائے میں اگلا بچہ پیدا ہونے کی صورت میں عورت کی جان جانے یا کسی عضو کے تلف ہو جانے کا ظن غالب ہوتو اس صورت میں عورت کا آپریشن کر دینا تا کہ استقراءِ حمل نہ ہوسکے جائز ہے ۔عارضی منع حمل کی تدابیر اور ادویہ کا استعمال بھی عام حالت میں درست نہیں ۔چند استثنائی صورتوں میں عارضی منع حمل کی تدابیر وادویہ کا استعمال مردوں اورعورتوں کیلئے درست ہے مثلاً عورت بہت کمزور ہے، ماہر اطباء کی رائے میں وہ حمل کی متحمل نہیں ہوسکتی اور حمل ہونے سے اسے ضرر شدید لاحق ہونے کا قوی اندیشہ ہو نیز ماہر اطباء کی رائے میں عورت کو ولادت کی صورت میں ناقابل برداشت تکلیفوں اورضرر میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو(۱۶)۔

اسی طرح ایک دوسرے فیصلے میں اکیڈمی نے قرار دیا کہ اسقاطِ حمل کی اجازت نہیں ہے ۔البتہ

استثنائی صورتوں میں اس کی اجازت ہوسکتی ہے، جیسے ماہرین اطباء کی رائے میں اگر عورت کی صحت اور جان کو شدید ضرر لاحق ہوتو جنین میں جان آنے سے قبل جو کہ اس کی نباتی زندگی ہوتی ہے یعنی ۱۲۰ دنوں کے اندر حمل ضائع کیا جا سکتا ہے(۱۷)۔اسی طرح سرکاری ملازم جن کو اسقاطِ حمل اور اس جیسے دوسرے موانع اعمال کرنے پر ملازمت کی وجہ سے مجبور ہوتے ہیں، اُن کو معذور سمجھا جائے گا(۱۸)۔

مندرجہ بالا بحث سے ایک تو اس مسئلہ پر امت کے تمام بڑے اداروں اجماع نظر آتا ہے دوسرے ان تمام اداروں میں اسلامی فقی اکیڈمی انڈیا کا کام زیادہ تفصیلی اور جامع نظر آتا ہے۔حالانکہ وہ ایک غیر مسلم سیکولر ملک کے اندر مسلم اقلیت کا ادارہ ہے دوسری طرف اس فیصلہ کی روشنی میں ہند کے مسلمانوں نے حکومت سے اپنے اس حق کو منوایا ہے جبکہ پاکستان جیسے مسلم اکثریت کے ملک میں صورتحال اس کے برعکس ہے۔

۷۔دودھ بنک

آج کل یورپ میں کہ جہاں عام طور پر ماؤں نے اپنا بنیادی اور فطری فریضہ فراموش کر رکھا ہے، ماؤں کے دودھ کے بنک بن گئے ہیں جہاں سے کسی بھی نوزائدہ شیر خوار کے لیے انسانی ماں کا دودھ خریدا جاسکتا ہے یا ہوسکتا ہے اسکی مفت فراہمی کا کوئی سلسلہ بھی ہو۔تو مسلمان معاشروں میں اس معاملے کی صورت کیا ہوسکتی ہے؟ اسلامی فقہ اس معاملے کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟ ان معاملات پر دنیا کی واحد اکیڈمی اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے غور کیا۔اس موضوع پر پیش کی جانے والی فقہی اور طبی تحریروں پر غور اور موضوع کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بحث ومناقشہ کے بعد درج ذیل امور سامنے آئے:

اول۔دودھ بنک کا تجربہ مغربی اقوام نے کیا لیکن فنی اور سائنسی اعتبار سے اس کے بعض منفی نتائج سامنے آنے کے بعد اس تجربہ سے گریز کا راستہ اختیار کیا گیا اور اس سے دلچسپی کم ہوگئی۔

دوم۔اسلام میں رضاعت کا رشتہ نسب کے رشتہ کی مانند ہے، اور مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ رضاعت سے بھی وہ سارے رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں، اور نسب کی حفاظت شریعت کے بنیادی مقاصد میں شامل ہیں، دودھ بنک سے نسب میں اختلاط وشبہ پیدا ہوسکتا ہے۔

سوم۔عالم اسلام میں ایسے سماجی تعلقات ہیں جو ناقص الخلقت، کم وزن والے یا مخصوص حالات میں انسانی دودھ کے ضرورت مند بچوں کے لئے دودھ پینے کا فطری انتظام فراہم کرتے ہیں، اس لئے دودھ بنک کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔

چنانچہ اکیڈمی، نے طے کیا کہ:

اول: عالم اسلام میں ماؤں کے دودھ بنک قائم کرنا ممنوع ہے۔

دوم: دودھ بنک کے دودھ سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہوجائے گی(۱۹)۔سوال یہ ہے کہ اگر دودھ بنک کے دودھ سے رضاعت ثابت ہوتی ہے، جیسا کہ امر واقعہ بھی یہی ہے تو پھر رضاعت کے رشتے کہاں سے

ڈھونڈھے جائیں گے؟ یا مختلف ماؤں کے دودھ باہم مختلط ہونے کی صورت میں اس کا کیا اہتمام ہوگا کہ کتنی اور کون کون سی مائیں ہیں جن سے دودھ پینے والے کا رشتۂ رضاعت قائم ہوا؟ اور اگر دودھ الگ الگ محفوظ کیا جائے گا تو کیا یہ ممکن بھی ہے اور اس کے صحیح حالت میں رہنے کے کتنے امکانات ہیں؟ اور جیسا کہ یورپ میں پہلے ہی یہ تجربہ کچھ زیادہ کامیاب بھی نہیں ہوا۔ یہ سارے سوالات اس معاملے کو مشکل اور تشکیک سے دوچار کرتے ہیں چنانچہ صحیح حل وہی ہے جو اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ نے تجویز کیا ہے کہ عالم اسلام میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے اور فطری طریقہ رضاعت پر زور دینا چاہیے جو زیادہ سائنسی ہے اور یہی بچوں اور ماؤں کو بیماریوں سے بچانے والا اور مذکورہ بالا مشکلات و مسائل سے نجات کا واحد ذریعہ ہے۔

مصادر ومراجع

۱۔ قرارات توصیات مجمع الفقہ الاسلامی المنبثق من منظمۃ المؤتمر الاسلامی، الطبعۃ الرابعۃ (لقرارات الدورات۲-۱۴) قرارداد نمبر۱۸(۳/۶)،ایضاً ص۷۸-۷۹۔

۲۔ قرارات المجمع الفقہی الاسلامی بمکۃ المکرّمۃ ،الدورات من الاولی الی السادسۃ عشرۃ،طبع بمطابع رابطۃ العالم الاسلامی، الدورۃ الرابعۃ ،القرار الاول ،ص ۶۵، ۶۶۔

۳۔ ایضاً، القرار السابع ،ص۸۲، ۸۳۔

۴۔ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان اسلام آباد، سالانہ رپورٹ ،۲۰۰۲-۲۰۰۳ ،ص ۲۲۹-۲۳۶۔

۵۔ قرارات توصیات مجمع الفقہ الاسلامی ،قرارداد نمبر۲۹ (۴/۴)،ص۱۱۶-۱۱۸۔

۶۔ قرارات توصیات مجمع الفقہ الاسلامی ،قرارداد نمبر۵۲ (۶/۳)،ص۱۸۱-۱۸۲۔

۷۔ جدید فقہی مباحث ، ۱۵/۴۲۴ ۔

۸۔ قرارات توصیات مجمع الفقہ الاسلامی ،قرارداد نمبر۷۰ (۸/۱)،ص۲۴۱-۲۴۳۔

۹۔ جدید فقہی مباحث ایضاً، ۷/ ۹۴۶-۹۴۸۔

۱۰۔ سورۃ المائدہ۵:۵۔

۱۱۔ قرارات توصیات مجمع الفقہ الاسلامی ،قرارداد نمبر۹۵(۱۰/۳)،ص۳۲۳-۳۳۰۔

۱۲۔ سورۃ المائدہ۵:۳۔

۱۳۔ قرارات المجمع الفقہی الاسلامی بمکۃ المکرّمۃ ،الدورۃ العاشرۃ ،القرار الرابع ،ص۲۲۲-۲۲۳۔

۱۴۔ قرارات توصیات مجمع الفقہ الاسلامی ،قرارداد نمبر۳۹(۵/۱)،ص۱۵۳-۱۵۴۔
قرارات توصیات مجمع الفقہ الاسلامی ،قرارداد نمبر۹۴(۱۰/۲)،ص۳۱۵-۳۲۲۔

۱۵۔ قرارات المجمع الفقہی الاسلامی بمکۃ المکرّمۃ ،الدورات ،الدورۃ الثالثۃ ،ص۵۹ ،۶۰۔

۱۶۔ جدید فقہی مباحث ،۱۰/۳۹۰۔

۱۷۔ ایضاً، ۱۰/ ۴۰۸۔

۱۸۔ ایضاً، ۱۰/ ۴۰۸۔

۱۹۔ قرارات توصیات مجمع الفقہ الاسلامی ،قرارداد نمبر۶ (۲/۶)،ص۵۳-۵۴۔